اس میں بڑی دلچسپی کا سامان موجود ہے۔ اس میں فاضل مصنف نے بڑے علمی انداز کے ساتھ حسی تمدن، اشراقی تمدن اور اسلامی تمدن کی بنیادی خصوصیات پر بحث کرتے ہوئے بتایا ہے کہ ان تینوں نے انسانیت کو کونسا طرزِ فکر دیا ہے اور پھر اس کی اساس پر انہوں نے نوعِ بشری کے مسائل کو کس طریق سے حل کرنے کی کوشش کی ہے اور ان کے کیا نتائج برآمد ہوئے ہیں۔

ہو سکتا ہے کہ آج کا نوجوان اس مختصر سے مقالے میں اپنے سارے شکوک و شبہات کے اطمینان بخش جوابات نہ پا سکے لیکن ہمیں یقین ہے کہ اس میں فاضل مصنّف نے غور و فکر کا جو نہج اختیار کیا ہے اُس پر چلتے ہوئے ایک آدمی انشاء اللہ بڑی جلدی منزل مقصود تک پہنچ سکیگا۔ اس کتاب کا اگر انگریزی ترجمہ ہو جائے تو ہمارے خیال میں یہ ایک بڑی دینی خدمت ہوگی۔ طباعت اور کتابت کا معیار گوارا ہے۔

تذکرہ حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادی | تالیف: مولانا سید ابو الحسن علی ندوی۔ قیمت: ڈھائی روپے۔ صفحات ۱۵۲۔ ناشر: مکتبہ دار العلوم ندوۃ العلماء۔ بادشاہ باغ، لکھنؤ۔

دَورِ جدید مسلمانوں کے لیے شدید ابتلاء کا دَور ہے۔ شدید ان معنوں میں نہیں کہ غیروں نے ہم پر عرصۂ حیات زیادہ تنگ کر دیا ہے بلکہ ان معنوں میں کہ مسلمان اب خود جاہلیت پر نثار ہو رہے ہیں۔ اب ان کے قلب و نگاہ پر مادیت حکومت کرتی ہے۔ ان کے سوچنے کے انداز، ان کے غور کرنے کے طریقے، ان کے خیر و شر کے پیمانے سراسر مغربی ہیں اور انہیں معیاروں پر کسی شخصیت کو آج پرکھا جاتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ لوگ جو اخلاص، تعلق باللہ کے پیکر تھے اُن کی وقعت دلوں سے آہستہ آہستہ محو ہو رہی ہے اور اُس کی جگہ وہ لوگ مرجعِ خلائق بن رہے ہیں جن سے انسانوں کو مادی فوائد حاصل ہوں۔ دولت پرستی اور دنیا طلبی کے اس طوفان میں مسلمانوں کو اس سے بچا کر لے جانا ایک بہت بڑی دینی خدمت ہے۔ اس کے لیے جو مختلف طریقے اختیار کیے جا سکتے ہیں ان میں ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ ان لوگوں کے حالات و واقعات ہر وقت ہمارے پیشِ نظر رہیں جنہوں نے "من کے دیئے" جلا کر نہ صرف اپنے باطن کو روشن کیا بلکہ اپنے

گردوپیش میں پھیلی ہوئی تاریکی کو بھی دُور کرنے کی کوشش کی۔

زیرِ تبصرہ کتاب اسی قسم کے ایک بزرگ کا تذکرہ ہے۔ اس میں یوں تو سارے واقعات ہی سبق آموز ہیں لیکن بعض چیزیں بڑی ہی دلکش ہیں۔ مثلاً قیام لیل کے متعلق اُن کی پابندی:

"آپ کو تہجد اور بیداری کا اس قدر اہتمام تھا کہ تمام عمر سائبان میں، سردی ہو چاہے گرمی، سب حالت میں وہیں آرام فرماتے فقط اسی واسطے تھا کہ غفلت شب کو نہ ہو جاوے .... نماز مذہبِ حنفیہ کے موافق اوّل وقت جماعت سے پانچوں وقت تمام عمر ادا کی۔"

اسی طرح دنیا سے بے رغبتی کے بارے میں یہ واقعہ:

"ایک مرتبہ الٰہ آباد سے ہائی کورٹ کا ایک افسر اس تحقیق کے لیے آیا تھا کہ آپ کے پاس مجمع ہر ملک کے لوگوں کا اس قدر کیوں رہتا ہے کیونکہ اس زمانے میں حیدر آباد سے نواب خورشید جاہ حضرت کے پاس آئے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ توبہ کے لیے لوگ آتے ہیں، ہم اُن کے گواہ ہو جاتے ہیں۔ تم بھی شرک سے توبہ کرو۔ ہم گواہ ہو جائیں گے پھر وہ انگریز بہت خوش ہوا اور کہا: "آپ کے خرچ خانقاہ کے لیے اگر فرمائیے تو ملکہ کے پاس لکھوں؟" آپ نے فرمایا کہ کیا ضرورت ہے، ہمارے پاس خدا کے فضل سے دو جوڑے کپڑے اور دو لوٹے مٹی کے دو گھڑے موجود ہیں۔ مجھے کیا ضرورت ہے۔" وہ انگریز رخصت ہو گیا۔"

ممکن ہے یہ سب واقعات جدید ذہن کو عجیب و غریب نظر آئیں لیکن حق بات یہی ہے کہ جب ایک انسان خدا کا ہو جاتا ہے تو پھر اُس کی محبت اور رضا جوئی ہی اس کی سب سے قیمتی متاع بن جاتی ہے ــــ ایک ایسی متاع جس پر وہ نہ صرف دنیا کی ہر چیز نچھاور کر دیتا ہے بلکہ جان کی قربانی دینے میں بھی ایک لذت محسوس کرتا ہے۔

مولانا ابوالحسن علی ندوی کی زبان بڑی شگفتہ ہے۔ اور اس کتاب میں تو سوز و گداز